تاریخ و سیر

محمد شفیق کوکب☆

رمضان المبارک! ...... اَہم تاریخی واقعات

[1 نبوی تا 10 ھجری]

ظہورِ اسلام سے قبل دُنیائے عرب خصوصاً جہالت و بے دینی کا شکار تھی، ہر طرف ظلم و جور اور بے راہ روی کا دَور دورا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کیلئے ایک ہادی پیدا فرمایا جو انہی کی قوم، انہی کے قبیلے اور خاندان کا ایک فرد تھا یعنی محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں میں اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے، آپ ﷺ کے لین دین، میل جول اور لوگوں کے ساتھ زندگی کے دوسرے معاملات ایک مثال بن چکے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کو صادق اور اَمین کے وصف سے جانتے اور بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں رسولِ اکرم ﷺ کو اس بھٹکی ہوئی قوم کیلئے تاجِ نبوت پہنایا گیا۔ اس گراں بار ذمہ داری کے ۲۳ رسالہ عرصہ میں آپ ﷺ کو 'مکہ معظّمہ' میں دعوت و تبلیغ کے کٹھن مراحل اور 'مدینہ نبویہ' کے گرد و پیش میں رزمِ حق و باطل کے اَدوار سے گزرنا پڑا۔ چونکہ اِس اُمت کو ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ کا حکم تھا، سو آپ ﷺ کا ہر اِقدام دین ٹھہرا۔ نبیٔ کریم ﷺ کی ۲۳ رسالہ زندگی اگرچہ ایمانی واقعات سے پُر ہے جن کے اِحاطہ کیلئے چند اَوراق کافی نہیں۔ زیرِدست تحریر میں ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے آغازِ نبوت سے ۱۰ رہجری تک کے اَہم واقعات پیش خدمت ہیں، اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو اسی طرح شوال، ربیع الاول، ربیع الثانی اور دیگر مہینوں کے اہم واقعات بھی اپنی اپنی مناسبت سے تحریر کئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ!

① نزولِ قرآن، آغازِ وحی [رمضان، 1 نبوی]

مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس مہینے میں شرفِ نبوت اور اعزازِ

☆ لیکچرار ماڈرن کالج آف کامرس، فاضل كُلية الشَّريعَة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

وحی سے سرفراز ہوئے، بیشتر سیرت نگار کہتے ہیں کہ یہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا [1] لیکن ابن اسحاق رحمہ اللہ و دیگر کی رائے یہ ہے کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''رمضان کا مہینہ (ہی وہ بابرکت مہینہ ہے) جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔''

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ [القدر: ١]

''ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اُتارا۔''

اور یہ بات معلوم ہے کہ شبِ قدر رمضان المبارک میں ہے، اسی کو مبارک رات بھی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴾ [الدّخان: ٣]

''ہم نے اس (قرآن مجید) کو بابرکت رات میں اُتارا، یقیناً ہم ڈرانے والے ہیں۔''

غزوات وسریات

① سریہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ [رمضان، 1 ہجری]

ہجرت کے ساتویں مہینے، ماہِ رمضان المبارک میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریشِ مکہ کا ایک قافلہ سامانِ تجارت سے لدا ہوا شام سے آرہا ہے جس میں کم وبیش تین سو آدمی اور تین ہزار اُونٹ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک مسلح دستہ دے کر حکم دیا کہ قریش کے کاروانِ تجارت کو روکیں۔ اَبو جہل بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ جب دونوں حریفوں کا آمنا سامنا ہوا تو صفیں باندھ لی گئیں اور دونوں لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ قبیلہ جُہینہ کا سردار مجدی بن عمرو جو دونوں گروہوں کا حلیف تھا درمیان میں حائل ہو گیا، چنانچہ اس کی مساعی بارآور ثابت ہوئیں اور لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اَبو جہل نے مداخلت کو غنیمت سمجھا اور قافلے کو بچا کر نکل گیا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی

---

[1] مختصر السيرة: ص٧٥.

اپنے دستے کو واپس لے آئے۔

اس مہم میں کوئی انصاری شریک نہ تھا، کیونکہ بیعتِ عقبہ کے موقعہ پر انصار نے نبی کریم ﷺ کو ہجرتِ مدینہ کی دعوت دینے کے ساتھ وضاحت سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی ایسی مہم میں شرکت نہیں کریں گے جس میں انہیں مدینہ سے باہر جانا پڑے، لیکن بعد میں جب غزوۂ بدر کا موقعہ آیا تو مہاجرین کے ساتھ انصار نے بھی شرکت کی، مہاجرین کی تعداد ۶۰ تھی اور باقی سب انصار تھے۔[1]

② غزوۂ بدر الکبریٰ [رمضان، 2 ہجری]

غزوۂ بدر اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان برپا ہوا، یہ ۲رہجری میں رمضان المبارک کے مہینہ میں پیش آیا۔

اَسباب قریش کا ایک قافلہ 'مکہ معظّمہ' سے شام جاتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی گرفت سے بچ نکلا تھا، یہی قافلہ شام سے پلٹ کر مکہ واپس آنے والا تھا، نبی کریم ﷺ نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کے حالات کا پتہ لگانے کیلئے شمال کی جانب روانہ فرمایا، دونوں صحابی مقامِ حوراء تک تشریف لے گئے اور جب اَبوسفیان قافلہ لے کر وہاں سے گزرے تو اُنہوں نے فوراً نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع کی۔ اس قافلہ میں اہلِ مکہ کی بڑی دولت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ مال و دولت لیے چلا آرہا ہے اس کیلئے نکل پڑو، ہوسکتا ہے اللہ اسے بطورِ غنیمت تمہارے حوالے کردے، لیکن آپ ﷺ نے یہ روانگی ضروری قرار نہ دی بلکہ اسے محض لوگوں کی رغبت پر چھوڑ دِیا۔

❁ اَبوسفیان قافلہ کے نگہبان تھے، اُنہیں معلوم تھا کہ مکہ مکرمہ کا راستہ خطروں سے پُر ہے اسلئے وہ حالات کا مسلسل پتہ لگاتے رہتے تھے، جب انہیں علم ہوا کہ محمد (ﷺ) نے صحابہ کو قافلے پر حملے کی دعوت دے دی ہے تو اُنہوں نے فوراً ضمضم بن عمرو غفاری کو اُجرت دے کر مکہ روانہ کردیا۔ اُس نے اُونٹ کی ناک چیر دی، کجاوہ اُلٹا، کرتا پھاڑا

[1] سیرتِ طیبہ اَز غلام ربانی عزیز: ص ۳۸۔

اور مکہ مکرمہ پہنچ کر دُہائی دی: اے جماعتِ قریش! قافلہ، قافلہ!! محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی دھاوا بولنے جا رہے ہیں، مجھے اُمید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے، مدد، مدد!!

واقعات | اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد ونصرت فرمائی اور مشرکین پر موسلا دھار بارش برسائی جس سے اُن کیلئے پیش قدمی میں رُکاوٹ پیدا ہوگئی جبکہ مسلمانوں پر وہ پھوار بن کر برسی، اس سے اُن کے دل اور قدم مضبوط ہو گئے۔ اس طرح یہ بارش مسلمانوں کیلئے رحمت جبکہ کفار کیلئے زحمت ثابت ہوئی۔

- نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چشمے پر پڑاؤ ڈال چکے تھے، سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تجویز -کہ مسلمانوں کیلئے ایک مرکز تعمیر کیا جائے - پر نبی کریم ﷺ نے اُن کی تعریف کی اور میدانِ جنگ کے شمال مشرق میں اونچے ٹیلے پر ایک چھپر تعمیر کروایا۔
- نبی کریم ﷺ نے لشکر کی ترتیب فرمائی، آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے جا رہے تھے کہ یہ ان شاء اللہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے، یہ ان شاء اللہ کل فلاں کی قتل گاہ ہے [صحیح مسلم:۲۸۷۳] اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴾ [الأنفال: ١١]

''اور جب (اللہ) تم پر اپنی طرف سے امن وبے خوفی کے طور پر نیند طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تمہیں اس کے ذریعے پاک کر دے، تم سے شیطان کی گندگی دور کر دے، تمہارے دل مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جما دے۔''

- نبی کریم ﷺ نے اپنے پروردگار سے نصرت ومدد کا وعدہ پورا کرنے کی دُعا مانگی:

« اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ »

''الٰہی! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرے وعدہ کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے گی۔''

- اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے پاس وحی بھیجی:

﴿ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴾ [الأنفال: ٩]

''میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔''

- شیطان لعین، سراقہ بن مالک مدلجی کی شکل میں آیا تھا، جب اُس نے دیکھا کہ مشرکین کا برا حال ہے تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگنے لگا، حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا، لیکن ابلیس نے انکے سینے پر گھونسا مارا کہ وہ گر گئے اور شیطان بھاگ گیا۔

نتائج اس غزوہ میں مشرکین کے بڑے بڑے لوگ مارے گئے، مشرکین کا سردار اَبو جہل بھی معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔

- یہ معرکہ، مشرکین کی شکستِ فاش اور مسلمانوں کی فتحِ مبین پر ختم ہوا، ۱۴/ مسلمان شہید ہوئے، ٦/ مہاجرین میں سے اور ۸/ انصار میں سے، مشرکین کے ۷۰/ آدمی مارے گئے اور ۷۰/ قیدی ہوئے جن میں اکثر سردار تھے۔
- غزوۂ بدر کے متعلق سورۂ انفال نازِل ہوئی جو دَرحقیقت اس پر اللہ تعالیٰ کا تبصرہ ہے، اس میں سے چند باتیں مختصراً درجِ ذیل ہیں:
  - اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مسلمانوں کی نظر ان کوتاہیوں اور کمزوریوں کی طرف مبذول کرائی جو باقی رہ گئیں تھیں۔
  - اس فتح میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید اور غیبی مدد کا ذکر فرمایا، مقصود یہ تھا کہ مسلمان اپنی قوت وشجاعت کے فریب میں نہ آجائیں۔
  - اُن بلند اَغراض و مقاصد کا تذکرہ کیا گیا جن کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرات سے پر معرکے میں قدم رکھا تھا اور اس ضمن میں ان اخلاقِ عالیہ کی نشاندہی کی گئی جو معرکوں میں فتح کا سبب بنتے ہیں۔

۳ سریۂ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ [رمضان، 2 ہجری]

اس سریہ میں عمیر بن عدی خطمی کو عصماء بنت مروان کے قتل کیلئے بھیجا گیا، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھی اور اس وقت وہ یزید بن زید کے پاس رہ رہی تھی۔ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ آدھی رات کو اس کے گھر میں داخل ہوئے، وہ گھر والوں کے درمیان لیٹی ہوئی تھی اور اس کا دودھ پیتا بچہ اس کی چھاتی پر تھا، سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ

نے بچے کو الگ کیا اور عصماء کے سینے پر تلوار کو رکھ کر دبایا حتیٰ کہ تلوار جسم کے آر پار ہوگئی۔ مدینہ نبویہ میں نمازِ فجر کے وقت نبی کریم ﷺ نے اُس کے قتل کے بارے میں پوچھا تو عمیر رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، نبی کریم ﷺ نے اس اِقدام کو سراہا۔[1]

④ سریۂ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ [رمضان، 6 ہجری]

یہ سریہ اَبو رافع سلام بن اَبو الحقیق نضری یہودی کے قتل کیلئے بھیجا گیا۔ جانے والوں میں عبد اللہ بن عتیک، عبد اللہ بن اُنیس، اَبو قتادہ، اَسود خزاعی اور مسعود بن سنان رضی اللہ عنہم شامل تھے، یہ مختصر دستہ اَبو رافع سلام بن اَبو الحقیق کے گھر داخل ہوا اور اسے قتل کرکے کامیابی سے واپس آیا۔[2]

⑤ سریۂ وادی القریٰ (سریہ اُم قرفہ) [رمضان، 6 ہجری]

سیدنا اَبو بکر صدیق یا سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی زیر قیادت یہ قافلہ روانہ کیا گیا، اس کا سبب یہ تھا کہ بنو فزارہ کی ایک شاخ نے رسول اللہ ﷺ کو دھوکے سے قتل کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا لہٰذا آپ ﷺ نے سیدنا اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی اس سریہ میں شریک تھا، جب ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو ہم لوگوں نے چھاپہ مارا اور چشمے پر دھاوا بول دیا، اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ میں نے ایک گروہ کو دیکھا جس میں بچے اور عورتیں بھی تھیں، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ پہنچ جائیں، میں نے اُن کو پکڑنے کی کوشش کی اور ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا، تیر دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے، ان میں اُم قرفہ نامی ایک عورت بھی تھی جو ایک پرانی پوستین اوڑھے ہوئے تھی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کا شمار عرب کی خوبصورت ترین عورتوں میں ہوتا تھا۔ میں ان سب کو کھینچتا ہوا اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا، اُنہوں نے وہ لڑکی مجھے عطا کی، میں نے اس کا کپڑا تک نہ کھولا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ لڑکی مجھ سے لے کر مکہ معظّمہ بھیج دی اور اس کے

[1] طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۷.

[2] أیضًا: ۲/ ۹۱.

عوض متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کرا لیا۔

اُمِ قرفہ ایک شیطان صفت عورت تھی جو نبی کریم ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی۔ اس مقصد کیلئے اس نے اپنے خاندان کے ۳۰ شہسوار بھی تیار کئے تھے لہٰذا اسے ٹھیک سے بدلہ مل گیا اور اس کے ۳۰ شہسوار مارے گئے۔ [۱]

⑥ سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ [رمضان، 7 ہجری]

یہ سریہ سیدنا غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رمضان ۷ھ ہجری میں بنو عوال، بنو عبد بن ثعلبہ اور قبیلہ جہینہ کی شاخ حرقات کی سرکوبی کیلئے 'میفعہ' کی جانب روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد ۱۳۰ تھی، انہوں نے دشمن پر اجتماعی حملہ کیا اور جس نے بھی سر اُٹھایا اسے قتل کر دِیا گیا۔ فتح یاب ہونے پر وہ چوپائے اور بھیڑ بکریاں ہانک لائے۔ اسی سریہ میں سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نہیک بن مرداس کو 'لا الہ الا اللہ' کہنے کے باوجود قتل کر دِیا تھا جس پر نبی کریم ﷺ نے بطورِ عتاب فرمایا تھا کہ تم نے اس کا دِل چیر کر کیوں نہ معلوم کیا کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ [۲]

⑦ فتح مکہ [رمضان، 8 ہجری]

یہ وہ فتحِ عظیم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو، اپنے رسول ﷺ کو، اپنے لشکر کو اور اپنے امانت دار گروہ کو عزت بخشی اور اپنے شہر اور گھر کو، جسے دُنیا والوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنایا ہے، کفار و منافقین سے چھٹکارا دلایا، اس وجہ سے لوگ اللہ کے دین میں فوج دَر فوج داخل ہوئے اور زمین کا چہرہ روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ [۳]

صلح حدیبیہ کی دفعات کے تحت بنو خزاعہ کے لوگ رسولِ کریم ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو چکے تھے جبکہ بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں، وہ سترہ یا اٹھارہ ماہ معاہدۂ حدیبیہ کے پابند رہے، پھر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر مکہ مکرمہ کے قریب وتیرہ مقام پر رات کی

---

۱ الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارکپوری: ص ۵۴۵

۲ طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۱۹۔ ۳ زاد المعاد: ۲/۱۶۰۔

تاریکی میں حملہ کر دیا اور ان کے متعدد اَفراد قتل کر دیئے۔

قریش اور ان کے حلیفوں نے جو کیا وہ کھلی بدعہدی تھی جس کی کوئی وجۂ جواز نہ تھی اس لئے انہیں خود بھی اپنی بدعہدی کا احساس ہوگیا، انہوں نے انجام کی سنگینی کو مدِنظر رکھتے ہوئے اَبوسفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر تجدیدِ صلح کیلئے مدینہ روانہ کیا۔ اَبوسفیان نے سیدنا اَبوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کریں، لیکن شیخین اس پر تیار نہ ہوئے، کوششیں کامیاب نہ ہونے پر ابوسفیان کی آنکھوں کے سامنے دُنیا تاریک ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ نے عہد شکنی کی خبر آنے سے تین روز پہلے ہی اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساز و سامان کی تیاری کا حکم دے دیا تھا، لیکن اس طرح کہ کسی کو پتا نہ چلے۔ اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ تیاری کیسی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ واللہ! مجھے علم نہیں۔ تیسرے روز عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کو لے کر پہنچ گیا تو لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ قریش نے بدعہدی کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں مکہ کیلئے تیاری کا حکم دیا اور دُعا کی کہ اے اللہ! جاسوسوں اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک دے تاکہ ہم ان کے سر پر یک دم پہنچ جائیں۔

۱۰/ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظّمہ کا رُخ کیا، آپ ﷺ کے ساتھ ۱۰/ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ نے رات کے شروع میں مرّ الظہران، وادی فاطمہ پہنچ کر پڑاؤ کیا، وہاں آپ ﷺ کے حکم سے لوگوں نے الگ الگ آگ جلائی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر فرمایا۔

اِدھر اللہ تعالیٰ نے قریش تک ساری خبروں کی رسائی روک دی تھی اس لئے انہیں حالات کا کچھ علم نہ تھا البتہ وہ خوف کے اندیشے سے دوچار تھے، اَبوسفیان باہر جا جا کر خبروں کا پتا لگانے کی کوشش میں رہتے تھے، چنانچہ اس وقت بھی وہ اور حکیم بن حزام خبروں کا پتا چلانے کیلئے نکلے تھے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اَبوسفیان کو اپنے خچر پر بٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے

پاس لے کر چلا، جب کسی الاؤ کے پاس سے گزرتا تو لوگ کہتے: کون ہے؟ مگر جب دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کا خچر ہے اور میں اس پر سوار ہوں تو کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ یہاں تک کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے الاؤ کے پاس سے گزرا تو اُنہوں نے کہا: کون ہے؟ اور اُٹھ کر میری طرف آئے، جب پیچھے اَبوسفیان کو دیکھا تو کہنے لگے: اَبوسفیان! اللہ کا دشمن؟ اللہ کی حمد کہ اس نے بغیر عہد و پیمان کے تجھے (ہمارے) قابو میں کر دیا۔ میں جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا گھسا، اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور بولے: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اِجازت دیں کہ میں اس کی گردن مار دوں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا۔ اَبوسفیان نے اسلام قبول کرلیا اور حق کی شہادت دی، یہی وجہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اَبوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امان ہے۔

اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوا، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کی راہ میں جو مشرک بھی آیا مٹا دِیا گیا، خندمة میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مڈبھیڑ قریش کے اوباشوں سے ہوئی، معمولی جھڑپ میں ۱۲ مشرک مارے گئے، اس کے بعد مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی، سیدنا زُبیر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر حجون میں مسجد ِفتح کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا گاڑ دیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مہاجرین و اَنصار کے جلو میں مسجد ِحرام میں تشریف لائے، آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا، بیت اللہ کے اِردگرد اور چھت پر ۳۰۰ بت تھے، اُن کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہتے جاتے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [الإسراء: ۸۱]

''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، باطل جانے والی چیز ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو کوئی سرزنش نہیں کی بلکہ عام معافی کا اِعلان کر دِیا۔

⑧ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ برائے اِنہدامِ عزیٰ [رمضان، 8 ہجری]

فتح مکہ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے رمضان ۸ ہجری میں ہی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں عزیٰ کے انہدام کیلئے سریہ روانہ فرمایا۔ عزیٰ وادی نخلہ میں تھا،

قریش اور بنوکنانہ اس کی پوجا کرتے تھے اور یہ ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنوشیبان اس کے مجاوِر تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ۳۰۰ سواروں کی معیت میں جا کر اسے ڈھایا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کچھ دیکھا بھی تھا؟ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو دَرحقیقت تم نے اسے ڈھایا ہی نہیں پھر سے جاؤ اور اسے ڈھا دو۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بپھرے اور تلوار سونتے ہوئے دوبارہ تشریف لے گئے، اس مرتبہ ان کی جانب ایک ننگی، کالی، پراگندہ سر عورت نکلی، مجاور اسے چیخ چیخ کر پکارنے لگے، لیکن اتنے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ واپسی پر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہی عزیٰ تھی، اب وہ مایوس ہو چکی تھی کہ تمہارے ملک میں کبھی اس کی پوجا کی جائے۔[1]

⑨ سریۂ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ برائے انہدامِ سواع [رمضان، 8 ہجری]

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو رمضان ۸ر ہجری میں ہی سواع نامی بت ڈھانے کیلئے روانہ کیا، یہ بنو ہذیل کا بت تھا۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈھانے کا حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ تم اس پر قادِر نہیں ہو سکتے، عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا کہ روک دیئے جاؤ گے، سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اب باطل پر ہو؟ تم پر افسوس! کیا یہ سنتا یا دیکھتا ہے؟ بت کے پاس جاکر اسے توڑ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے خزانہ والا مکان ڈھا دیں، لیکن اُس میں سے کچھ نہ ملا، پھر اُنہوں نے مجاوِر سے کہا: کہو کیسا رہا؟ اس نے کہا: میں اللہ کیلئے اسلام لاتا ہوں۔[2]

⑩ سریۂ سعد اشہلی رضی اللہ عنہ برائے انہدامِ منات [رمضان، 8 ہجری]

سیدنا سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو رمضان ۸ر ہجری میں ۲۰ سوار دے کر منات کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ قدید کے پاس مشلل میں اَوس وخزرج اور غسان کا بت تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ

---

[1] طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۴۵۔ [2] أیضًا: ۲/ ۱۴۶۔

جب وہاں پہنچے تو اس کے مجاوِر نے اُن سے کہا: کیا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ منات کو ڈھانا چاہتا ہوں، اُس نے کہا: تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ منات کی طرف بڑھے تو ایک کالی، ننگی اور پراگندہ سر عورت نکلی، وہ اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر مجاوِر نے کہا: اے منات! اپنے نافرمانوں کو پکڑ لے، لیکن اتنے میں سعد رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کردیا۔[1]

⑪ سریۂ اَبو قتادہ رضی اللہ عنہ [رمضان، 8 ہجری]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ اَفراد پر مشتمل یہ وفد بطن اِضَم کی طرف روانہ کیا، اسمیں اَبو قتادہ، حارث بن ربعی اور محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اَبو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب بطنِ اِضَم میں تھے تو ہمارے پاس عامر بن اضبط اشجعی کا گزر ہوا جو ایک اُونٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے پاس کچھ مال و متاع اور دودھ کا ایک برتن بھی تھا، اس نے ہمیں اسلامی طریقے سے سلام کیا تو ہم نے اُس سے اپنے ہاتھ روک لئے، مگر محلم بن جثامہ نے حملہ کرکے اسے قتل کر دِیا کیونکہ ان کے درمیان کوئی پرانی چشمک تھی اور اس کا اونٹ اور تھوڑا بہت مال و متاع بھی لے لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے مطلع کیا گیا تو یہ آیت نازِل ہوئی:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰىٓ اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ﴾ [النساء:۹۴]

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کرلیا کرو اور جو تم سے سلام کرے تم اُسے یہ نہ کہو کہ تو ایمان والا نہیں، تم دُنیاوِی زندگی کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔''[2]

⑫ سریۂ علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ [رمضان، 10 ہجری]

کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ ۲ مرتبہ یمن کی طرف بھیجا گیا، ایک مرتبہ رمضان ۱۰ر ہجری میں

---

[1] طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۴۷.
[2] أیضًا: ۲/ ۱۳۳.

بھیجا گیا، بہرکیف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر عمامہ باندھا، انہیں جھنڈا تھمایا اور تلقین فرمائی کہ جب تم دشمنوں کے مدمقابل آؤ تو لڑائی میں پہل نہ کرنا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ۳۰۰ سوار ساتھ لے کر مذحج ؟؟؟ قبیلے پر چڑھائی کی، بہت سا مالِ غنیمت عورتوں، بچوں، مویشیوں اور مال کی صورت میں ہاتھ لگا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دیگر لڑنے والوں کو اسلام کی طرف دعوت دی، انکار پر لڑائی شروع ہوئی جس میں اُن کے بیس آدمی قتل کر دیئے گئے اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا، ان کی طلب پر جنگ روک دی گئی۔ ان میں سے رؤسا کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کرلیا۔[۱]

وَفیات

① اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا [رمضان، 10 نبوی]

تمام اُمہات المومنین میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس شرف کے لحاظ سے بہت ممتاز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اور محبوب ترین زوجہ مطہرہ تھیں، دُنیا بھر کی خواتین میں سب سے پہلے اُنہوں نے اسلام قبول کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد، سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، انہی سے تھی۔

آپ کا نام خدیجہ، کنیت اُمِ ہند اور لقب طاہرہ تھا، والد کا نام خویلد بن اَسد تھا جن کا سلسلۂ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

اُم المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ابو طالب کی وفات کے ۲ ماہ یا صرف چند دن بعد (علی الاختلاف) رحلت فرما گئیں، ان کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہِ رمضان میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ برس تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی پچاسویں منزل میں تھے۔[۲]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اللہ کی بڑی نعمت تھیں، وہ ایک چوتھائی صدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں اور اس دوران کوئی بھی رنج وغم کا وقت آتا تو تڑپ اُٹھتیں، مشکل ترین حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت بہم پہنچاتیں، تبلیغِ رسالت میں

---

[۱] طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۹۔

[۲] رحمۃ للعالمین از علامہ منصور پوری رحمہ اللہ ۲/ ۱۴۴۔

آپ ﷺ کی مدد کرتیں اور دین کے غلبے کی تلخ وشیریں جد وجہد میں آپ ﷺ کی شریک کار ہوتیں، اپنی جان و مال سے آپ ﷺ کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں، رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد کا ترجمہ ہے: ''جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اُنہوں نے میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اُنہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے اَولاد نہ دی۔'' [مسند أحمد: ۲/ ۱۱۸]

سیدنا اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل اَمین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن، کھانا یا کوئی مشروب ہے، جب وہ آپ کے پاس پہنچیں تو انہیں اللہ رب العلمین کی طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتی کے ایک محل کی بشارت دیں جس میں نہ شور وشغب ہوگا اور نہ دَرماندگی وتھکان۔'' [صحیح البخاري: ۳۸۱۸]

۲ اَبو طالب کی وفات [رمضان، 10 نبوی]

نبی کریم ﷺ کے چچا اَبو طالب قریش کے مشہور سرداروں میں سے تھے، آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد اُنہوں نے سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری لی، نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے، قریش کی شدید مخالفت کے باوجود آپ ﷺ کا ساتھ مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔

اَبو طالب کا مرض بڑھتا گیا اور بالآخر رجب ۱۰ر نبوی میں انتقال کر گئے، ان کی وفات شعبِ اَبی طالب کی محصوری کے خاتمے کے چھ ماہ بعد میں ہوئی، جبکہ ایک قول کے مطابق اُنہوں نے سیدہ خدیجہ طاہرہ کی وفات سے تین دن پہلے رمضان میں وفات پائی۔[1]

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اَبو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہاں اَبو جہل بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے

[1] تاریخ اسلام اَز شاہ اکبر خان نجیب آبادی: ۱/ ۱۲۰۔

فرمایا: ''چچا جان! آپ 'لا إله الا الله' کہہ دیں بس ایک کلمہ، اس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کے پاس حجت پیش کر سکوں گا۔'' ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے کہا: ابو طالب! کیا عبدالمطلب کی ملت سے روگردانی کرو گے؟ پھر یہ دونوں برابر اُن سے بات کرتے رہے، یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی وہ یہ تھی: عبدالمطلب کی ملت پر، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں آپ کیلئے دُعائے مغفرت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں اس سے روک دیا جاؤں۔'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة: ۱۱۳] ''نبی (ﷺ) اور اہل ایمان کیلئے درست نہیں کہ مشرکین کیلئے دُعائے مغفرت کریں اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ اُن پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔'' اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ [القصص: ۵۶] ''آپ (ﷺ) جسے پسند کریں، ہدایت نہیں دے سکتے۔'' [صحيح البخاري: ۴۶۷۵]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے چچا کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید کہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت فائدہ پہنچا دے اور انہیں جہنم کی ایک کم گہری جگہ میں رکھ دیا جائے کہ آگ صرف ان کے دونوں ٹخنوں تک پہنچ سکے، جس سے ان کا دِماغ کھولے گا۔'' [صحيح البخاري: ۳۸۸۵]

③ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ [رمضان، 2 ہجری]

سیدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں، بعثت نبوی ﷺ سے سات برس قبل پیدا ہوئیں، ان کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا، جب 'سورۂ لہب' نازل ہوئی تو عتبہ نے اپنے باپ ابولہب کے حکم کے مطابق سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی۔

اس کے چند دن بعد ہی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی دامادی میں لے لیا، رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ہی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی

عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

کفارِ مکہ نے بہت ستایا تو رسولِ کریم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، کچھ عرصہ بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا واپس آئے تو کفار کی ایذا رسانیاں پہلے سے بھی بڑھ گئی تھیں، چنانچہ وہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

حبشہ میں قیام کے دوران انہیں خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں لہٰذا کچھ دوسرے مسلمانوں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مکہ معظّمہ آئے اور چند دِن کے بعد نبی کریم ﷺ کی اجازت سے مدینہ نبویہ کی طرف ہجرت کی۔

رمضان المبارک ۲ر ہجری میں رسول اللہ ﷺ جنگِ بدر میں مصروف تھے کہ پیچھے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری شدت اِختیار کر گئی اور وہ رمضان ۲ر ہجری میں وفات پا گئیں۔[1]

وفود

① **وفدِ ثقیف** [رمضان، 9 ہجری]

یہ وفد تبوک سے رسول اللہ ﷺ کی واپسی کے بعد حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ذی القعدہ ۸ر ہجری میں جب غزوۂ طائف سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے پر اس قبیلے کے سردار عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا، وہ چونکہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اور ان کی بات بھی مانی جاتی تھی، بلکہ قبیلے کے لوگ انہیں اپنی بیوی بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے اس لئے خیال تھا کہ لوگ ان کی اطاعت کریں گے، لیکن انہوں نے جب قبیلے کو اسلام کی دعوت دی تو خلافِ توقع لوگوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے جان سے مار ڈالا، ان کی شہادت کے بعد انہیں احساس ہوا کہ گرد و پیش کا علاقہ مسلمان ہو چکا ہے اور ہم مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے، لہٰذا انہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سپر ڈالنے کے سوا کوئی تدبیر نظر نہ آئی، بالآخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔[2]

---

[1] الإصابة في تمييز الصحابة: ٨/ ١٣٨. [2] البِدَاية والنِهَاية: ٥/ ٢٦.

② **وفدِ غامد** [رمضان، ہجری نا معلوم]

محمد بن عمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک اہل علم نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس رمضان میں وفدِ غامد آیا، وہ بقیع الغرقد میں اُترے، پھر اُنہوں نے پاک صاف کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سلام کیا، نبی کریم ﷺ نے جواب دیا اور انہیں اسلام کی شرائط لکھ دیں، سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں قرآن سکھایا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ واپس اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔[1]

③ **وفدِ غسان** [رمضان، 10 ہجری]

محمد بن بکیر اپنی قوم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس رمضان ۱۰/ہجری کو مدینہ نبویہ میں حاضر ہوئے، ہم تین آدمی تھے، ہم رملہ بنت الحارث کے گھر ٹھہرے جہاں پہلے ہی کئی عرب وفود اسلام قبول کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، اسلام قبول کیا، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ ﷺ حق پر ہیں، حالانکہ ہم اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری قوم ہمارے پیچھے لگے گی یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور وہ تحائف لیکر واپس اپنے قبیلے کی طرف آگئے، جب وہ اپنی قوم میں پہنچے اور انہیں اسلام کی دعوت دی، لیکن قوم نے اس کو ردّ کر دیا۔ ان تینوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، یہاں تک کہ ان میں سے دو آدمی فوت ہوگئے، ان میں ایک جنگ یرموک میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا۔[2]

متفرقات

① **شاہانِ حمیر کے نام خط** [رمضان، 9 ہجری]

رسول اللہ ﷺ کے پاس مالک بن مرہ رہاوی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تبوک سے شاہانِ حمیر کی

---

[1] طبقات ابن سعد: ۱/ ۳۴۵.   [2] أیضًا: ۱/ ۳۳۸.

تحریر پہنچی جس میں حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان اُمیر ذو رعین و معافر و ہمدان اور زرعہ ذویزن کی طرف سے اپنے اپنے قبیلے سمیت اسلام لانے اور شرک چھوڑنے کی اطلاع تھی۔

رسول اللہ ﷺ ان کے جواب میں یہ مکتوب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان اُمیر ذو رعین، معافر و ہمدان کے نام! میں تمہارے لئے اس اِلٰہ واحد کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اَما بعد!

تمہارا وہ مکتوب، جو ملک روم سے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے، ہمیں وصول ہوا، یہ مکتوب ہمیں مدینہ نبویہ میں ملا، تم نے جو پیغام لکھ کر بھیجا ہے وہ اس مکتوب سے ظاہر ہے اور تمہارے اسلام لانے اور مشرکین کو قتل کرنے کی خبر بھی ملی، اللہ تعالیٰ تمہیں ثابت قدم رکھے، اگر تم اصلاح کرو گے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فرمانبردار رہوگے، نماز قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، اَموالِ غنیمت سے اللہ کا حقِ خمس اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ دیتے رہوگے اور زمینوں کی پیداوار کا وہ صدقہ اَدا کرتے رہوگے جو مؤمنین پر فرض کیا گیا، یعنی جو زمینیں چشمے اور بارش کے پانی سے سیراب ہوں ان کی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) اور جن زمینوں کو (کنویں وغیرہ سے) پانی دیا گیا ہو ان کی پیداوار کا بیسواں حصہ۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے: چالیس اُونٹوں پر ایک ایک بنت لبون، تیس اُونٹوں سے ایک ابن لبون، ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری اور دس اونٹوں پر دو بکریاں صدقہ میں دینا واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے: ہر چالیس گایوں پر ایک گائے، ہر تیس گایوں پر ایک تبیع یا جذعہ صدقے میں دینا واجب ہے،

ہر چالیس چرنے والی بکریوں میں سے ایک بکری۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فرض مسلمانوں پر عائد کردیا ہے، جو اس سے زیادہ دے گا، اس کیلئے اور بہتر ہوگا اور جس شخص نے یہ فرائض اَدا کئے، اپنے اسلام کی شہادت دی اور مشرکین کے

خلاف مؤمنین کی مدد کی تو وہ مؤمنین میں شمار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں کے ہیں، اس پر وہی واجبات ہوں گے جو مومنوں پر ہیں، اس کیلئے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا ذمہ ہے۔ جو یہودی یا نصرانی اسلام قبول کرے گا، اس کا شمار مومنوں میں ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی واجبات ہوں گے جو مومنوں پر ہیں۔ جو یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا، اسے یہودیت یا نصرانیت سے ہٹایا نہ جائے گا، لیکن اس پر جزیہ (ٹیکس) ہر حالت میں واجب ہوگا، خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اس پر ایک پورا دینار واجب ہوگا، اگر دینار نہ ہو تو اس کی قیمت کے برابر یمنی یا دوسرے کپڑے دینا واجب ہوگا، پس جو شخص رسول اللہ ﷺ کو جزیہ اَدا کرے گا تو اس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہوگا اور جو شخص نہ دے گا، وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن سمجھا جائے گا۔

اَما بعد! تم لوگوں کے پاس جب ہمارے یہ قاصد معاذ بن جبل، عبد اللہ بن زید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر اور مالک بن مرہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھی پہنچیں تو میں تمہیں ان سے بھلائی کے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں، تمہارے اضلاع کا جو صدقہ اور جزیہ تمہارے پاس ہو، اسے جمع کر کے میرے ان قاصدوں تک پہنچا دینا، ان قاصدوں کے اَمیر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، یہ تم سے خوش ہو کر واپس لوٹیں!

اَما بعد! محمد ﷺ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ واحد کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں، نیز محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ مالک بن مرہ رہاویؓ نے مجھے بتایا ہے کہ تم اسلام لے آئے ہو اور حمیر کے پہلے مسلمان ہو اور تم نے مشرکین کو قتل کیا ہے تو تمہیں خیر و فلاح کی خوشخبری ہو، میں تمہیں حمیر میں خیر و فلاح کا حکم دیتا ہوں، خیانت نہ کرنا اور ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑنا، رسول اللہ ﷺ تم سب کے - خواہ کوئی دولت مند ہو یا حاجت مند - محافظ و ولی ہیں۔ محمد ﷺ اور ان کے اہل خانہ کیلئے صدقہ حلال نہیں، صدقہ تو وہ زکوٰۃ (صفائی) ہے جو مسلم حاجت مندوں اور مسلم مسافروں کو دی جاتی ہے۔ مالک بن مرہؓ نے خبر پہنچائی اور راز محفوظ رکھا، میں تم لوگوں کو

اس کے ساتھ خیر و فلاح کا حکم دیتا ہوں۔ دیکھو! میں تمہارے پاس اپنے رفقا میں سے صالح، دیندار اور صاحبِ علم لوگ بھیج رہا ہوں اور ان کے ساتھ بھی خیر و فلاح کا حکم دیتا ہوں، یہی ان کیلئے مناسب ہے، والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔[1]

② سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش [رمضان، 3 ہجری]

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جو ۱۵ رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب 'الحسن بن علی بن اَبی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدمناف' اور کنیت 'اَبو محمد' ہے۔[3]

آپ رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم لوگوں نے اسکا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کا نام حسن ہے۔''[4]

یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ہارون علیہ السلام کے بیٹے شبر کے نام پر رکھا جس کے معنی حسن کے ہیں، سودۃ بنت مشرح رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں وہاں موجود تھی، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے جواب دیا کہ بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے، حسن رضی اللہ عنہ کو اس وقت زرد کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زرد کپڑا اُتار کر ان کو سفید کپڑے میں لپیٹ دیا۔''[5]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی۔[6]

---

[1] سیرت النبی از ابن ہشام (مترجم): ۱/ ۷۲۳، طبقات ابن سعد: ۱/ ۳۵۶

[2] نسب قریش: ۲/ ۴۰، تاریخ الخلفاء: ص۱۷۵.

[3] الاستیعاب: ۱/ ۴۳۶، أسد الغابة: ۲/ ۲۹۹.

[4] معرفة الصّحابة: ۲/ ۱۰، الاستیعاب: ۱/ ۴۳۶.

[5] معرفة الصّحابة، ۲/ ۵.

[6] تذكرة الخواص: ۱۷۶.

ساتویں دن رسول اللہ ﷺ نے ان کا عقیقہ کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو مینڈھے ذبح کیے، بال کٹوائے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بالوں کے وزن کے مطابق چاندی کا صدقہ دیا۔[1] سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی مکمل تصویر تھے۔

③ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح [رمضان، 3 ہجری]

رمضان ۳/ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا کو یتیموں اور مسکینوں پر احسانات اور صدقات وخیرات کی وجہ سے امّ المساکین کہا جاتا تھا، ان کا حق مہر رسول اللہ ﷺ نے ایک اوقیہ سے زائد ادا کیا تھا اور ماہِ رمضان میں ان کی رخصتی ہوئی۔[2]

---

[1] نسب قریش: ۱/ ۲۳، تاریخ بغداد: ۱۴۹، الاستیعاب: ۱/ ۲۴۱.

[2] الإصابة: ۸/ ۱۵۷.